سید انیس شاہ جیلانی کا اسلوب

Style of Syed Anees Shah Jillani.

منیر احمد
اسسٹنٹ پروفیسر، خانپور
محمد محسن خان
پی ایچ۔ڈی سکالر اردو، بی۔زیڈ۔یو، ملتان

Abstract;
Syed Anees Shah Jillani had a unique style. He was a sketch writer in Urdu and Saraiki. He was a travel writer, a unique letter writer and compiler, that's why there were many qualities in his style. In his writing, Ghalib's humor, reasoning and logicality like Sir Syed and Hali, Shibli's enthusiastic style, Azad's style of writing and Abul Kalam's style of writing are found. It all sounds so strange, yet so true.

کلیدی الفاظ: انیس جیلانی، غالب، سر سید، حالی، شبلی، ابوالکلام، سردار مسعود خان جھنڈیر، رئیس احمد جعفری،

انیس شاہ جیلانی کا تعلق سنجر پور، تحصیل صادق آباد سے ہے۔ ان کے والد مبارک شاہ جیلانی نے مبارک اردو لائبریری کی بنیاد رکھی۔ مبارک شاہ جیلانی کی وفاب کے بعد انیس شاہ جیلانی نے اس لائبریری میں بے حد اضافہ کیا۔ اب لائبریری میں مخطوطات، رسائل، اخبارات اور کتب کا ایک انمونہ تحفہ ہے جو اہلِ علم و نظر کا منتظر ہے۔ انیس شاہ جیلانی کی شخصیت پہلو دار ہے۔ وہ اردو، سرائیکی خاکہ نگار تھے۔ سفر نامہ نگار، منفرد خطوط نویس اور مرتب تھے۔ اسی وجہ سے ان کے اسلوب میں بہت سی خوبیاں در آئیں۔ ان کی تحریر میں غالب کا سا طنز و مزاح، سر سید اور حالی جیسا استدلال و منطقیت، شبلی کا پر جوش اسلوب، آزاد جیسی مرقع نگاری، ابوالکلام کا سا انداز تحریر ملتا ہے۔ یہ سب جتنا عجیب لگتا ہے اتنا سچ بھی ہے۔ مولانا غلام رسول مہر کے اسلوب میں بھی یہ مختلف عناصر جمع ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اردو اپنی ارتقائی سفر سے نکل چکی تھی اور اب کسی ادبی کے لیے جداگانہ راستہ اختیار کرنا ممکن تھا۔ صاحبِ طرز ادیب تقریباً بیسوی صدی کے ابتدائی برسوں تک ملتے ہیں۔ مثلاً سر سید، حالی، شبلی، آزاد، نذیر احمد، سجاد حیدر یلدرم اور ابوالکلام آزاد وغیرہ اس کے بعد جتنے ادیب آئے وہ کسی نہ کسی ادیب کی تقلید کرتے دکھائی دیتے ہیں مگر انیس شاہ جیلانی نے کسی ادیب کی تقلید نہیں کی بلکہ

ہر ادیب کے نمایاں ترین محاسن سے خوشہ چینی کر کے اپنے لیے ایسا اسلوب متعین کیا جو اس گلدستے کی مثال پیش کرتا ہے۔ یہی طرزِ تحریر انیس جیلانی کو منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

انیس جیلانی کے اسلوب میں مختلف عناصر کی جمع آوری کی ایک اور وجہ ان کی ذات کا افتادِ طبع ہونا بھی ہے۔ انیس جیلانی کی ادبی زندگی کا آغاز خاکہ نگاری سے کیا اور خاکہ نگاری تک خود کو محدود نہ رکھا یہی وجہ ہے کہ ان کے اسلوب میں بھی ٹھہراؤ ممکن نہ رہا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ہاں اسلوب کہیں گہرا اور کہیں پھیکا ہے۔ انیس جیلانی کے ہاں طنز و مزاح کا انداز بہت کم ہے جبکہ وہ فارسی اور اردو کے اشعار بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ اس کی طبیعت کا میلان اور ان کی پسند ناپسند ہے۔ انیس جیلانی کبھی کبھار ایسا فقرا لاتے ہیں جس سے نہ صرف تحریر میں انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ بیان کیے جانے والے واقعہ کا نچوڑ اس ایک مصرعے میں در آتا ہے۔ یہ ان ہی کا خاصہ ہے۔ قاضی احسان کی گرگٹ کی طرح بدلتی طبیعت کو ایک مصرعے میں یوں بیان کرتے ہیں:۔ع ہم سے کچھ غیروں سے کچھ دربان سے کچھ (۱)

انیس شاہ جیلانی کی یہ صلاحیت نرالی ہے کہ جہاں وہ واقعہ نگاری کرتے ہیں تفصیل کی بجائے کبھی کبھی ایک مصرعہ میں پورا واقعہ بیان کر جاتے ہیں۔ مثلاً قاضی احسان کی وفات پر انکے عزیزوں، رشتہ داروں اور اخبارات کی بے حسی کو اس ایک مصرعہ پر بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔ ع شمع جب بجھنے لگی پروانے وفا بھول گئے (۲)

انیس جیلانی شاعر نہ تھے بلکہ انہوں نے شاعری کرنے کی کوشش تک نہیں کی مگر انہوں نے اپنی تحریروں میں شعریت کا رنگ بھر دیا۔ ان کی تحریروں میں جذبے و جوش کی فروانی ملتی ہے۔ فقروں میں الفاظ کا ردوبدل نے باقاعدہ ردیف و قافیہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ مثلاً ”دامان باغبان، ایک اور مجموعہ ہے جس کی اشاعت کی منتظر ہے نگاہ۔“(۳) بعض اوقات لفظوں کی تکرار ملتی ہے: ”جوش تو ٹھہرے جاہل کامل۔“(۴). ”بخیل کنجوس مکھی چوس قطعاً نہیں تھے۔“(۵)

انیس جیلانی اشعار کو مصرعوں کے مسلسل عبارت میں رقم کر جاتے ہیں۔ جن کی بنا پر تشبیہ و استعارات اور دیگر صنائع معنوی سے عبارت کی رنگینی میں اضافہ اور خوبصورتی پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً

> ”خمار آلودہ سرمئی آنکھیں جن میں ساری مستی شراب کی سی تھی۔۔۔ انداز گفتگو ایسا پیار کہ وہ کہیں اور دریائوں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان بن جاتے، شیرنی میں تلخی شاعرانہ زیر و بم سے بھرپور، اس لیے ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں سے مشابہ۔“(۶)

اردو کے ساتھ ساتھ فارسی مصرعوں کو بھی اپنے اسلوب میں استعمال کیا ہے۔ اس فنکاری سے استعمال کیاہے کہ قاری کو فارسی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ مصرعے کامطلب ومفہوم سمجھ لیتاہے۔ حیرت شملوی کے بارے میں بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کیسی پتے کی بات حیرت کے بارے میں شاہد احمد دہلوی مرحوم کے قلم سے نکل گئی تھی، واقعی حیرت ابتدائے ایام علالت میں بیزار ہی رہے ہوں گے لیکن کراچی آکر ان کی خواہش یہ تھی کہ ساجد ان کی زندگی میں بی اے کرلے دوسرے عافیت مکان ہو، اپنی اپنی ذہنی کاوشوں کو ترتیب دے کر چھپواڈالیں کہ کیا کئی علمی اداروں سے منسلک ہونا چاہتے تھے بعض اداروں کا تو ادبی کام کرنے بھی لگے تھے لیکن ,ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ(۷)

انیس جیلانی کے اردو اشعار اور مصرعوں کو اپنے اسلوب میں جگہ دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس قدر خوب صورتی سے انہیں اپنے اسلوب میں جگہ دیتے ہیں کہ وہ جملے کا جملہ اور مصرعے کا مصرعہ معلوم ہوتا ہے:۔

دامن کو ذرا دیکھو ذرا بند قبا دیکھ میں
کچھ نہیں کہہ سکتا ایسا ہوا بھی یا نہیں(۸)

انیس شاہ جیلانی کی تحریر میں کبھی کبھی فارسی مصرعے بھی آٹپکتے ہیں:۔

تازہ، خواہی در شستن گر درغہائے سیدرا
گاہے گاہے بازخواں ایک قصۂ پارینہ را(۹)

اسلوب کسی بھی شخصیت کی پہچان ہوتا ہے۔ اسلوب بناوٹی نہیں ہوتا۔ اسلوب بناوٹی ہو تو فن میں شخصیت کا عکس تھیں ملتا اور نہ اسلوب میں خوبصورتی اور صداقت کو پیدا کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اسلوب خود صاحب فن کے فن کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر انیس جیلانی کی شخصیت کو پرکھا جائے تو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ دنیاداری، منافقت اور ریاکاری جیسے رویوں کا ان کی زندگی میں کوئی دخل نہیں۔ اس عادت نے ان کے فن پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ وہ رمزیت و کنائیت سے کام نہیں لیتے بلکہ دوٹوک انداز اپناتے ہیں۔ ان کے جملے مزید وضاحت کے طلب گار نہیں ہوتے۔ ذو معنی طرزِ تحریر نہیں اپناتے۔ یہ اسی لیے ممکن ہوسکا ہے کہ وہ خود آئینہ رو ہیں۔ ان کے کھرے پن نے ان کے اسلوب کو بھی شفافیت عطا کی ہے۔ شبلی نعمانی کے بقول:۔

"عطیہ سے شبلی کا بہت سے بہت معاملہ شاعرانہ رنگین مزاجی اور فسق وفجور ایک نہیں، شبلی رنگین مزاج تھے۔ فاسق وفاجر تھے، عطیہ کے نام ان کے خطوط اسی شاعرانہ رنگین مزاجی کا مظہر ہیں۔"(۱۰)

انیس شاہ جیلانی کے اسی انداز خاص کے بارے میں سر دار مسعود احمد خان جھنڈیر کا کہنا ہے کہ :۔

"انیس جیلانی جیسا بے باک اور جرأت رندانہ رکھنے والا ادیب زیارت کے قابل ہے۔"(۱۱)

انیس جیلانی اپنی ذات کے حوالے سے بھی ایسے بے باک تھے وہ حق بات اور سچ بات کرتے تھے۔ ان کی اس خوبی کے بارے میں طاہر محمود کوریجہ کا کہنا ہے کہ :۔"شورش کاشمیری اور بڑے بڑوں کا نام سنا تھا مگر حقیقت نگاری میں انیس جیلانی کا کوئی مقابل نہیں۔"(۱۲)طنز و مزاح انیس جیلانی کے ہاں بہت کم ہی ملتا ہے مگر جہاں طنز و مزاح ملتا ہے وہاں اسلوب میں نشتر کی سی کیفیت ملتی ہے۔ مثلاً:۔

"قطب مینار کے سائے میں چند نوجوان امرتسر کے بھی گھومتے پھرتے تھے۔۔۔۔ میں بھی خوش مذاقی پر اتر آیا اور پلٹ کر تڑاق سے کہا: کیوں جی کیوں تصویر اتاروں، تُسی میرے چاچے دے پُتر لگدے او (کیا تم میرے چچازاد بھائی ہو) سٹپٹائے تو وہ بہت لیکن میں نے ہنس کر بات آگے بڑھائی۔ بھائی تم اتنی دور سے اپنی راج دھانی کی زیارت کو آئے ہو۔ نوجوان ٹولی کے پاس چھوٹا موٹا کیمرہ تو ہونا چاہیے تھا۔ تمہاری بے کسی کا یہاں آکر ہم نے اندازہ کر لیا ہے۔"(۱۳)

ان کی تحریروں میں سنجیدگی کے ساتھ تو کہیں کہیں مزاح کا ہلکا سا رنگ موجود ہے۔ سنجیدہ پن اور مزاح کی آمیزش سے تحریر خوبصورت بن جاتی ہے:۔کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ کے شاگردوں کا لاحقہ ظاہر ہے سحری ہی ہونا چاہیے افطاری نہیں(۱۴)

انیس جیلانی منفرد اسلوب کے مالک ہیں۔ ان کے الفاظ، تراکیب اور جملوں میں جمالیاتی رنگ نمایاں ہے۔ ان کی تحریر میں روزمرہ، محاورہ، طنز و مزاح اور سادگی کی چاشنی ملتی ہے جو ان کے اسلوب کو بوجھل نہیں ہونے دیتی۔ انیس جیلانی کے جملے کہیں طویل تو کہیں مختصر ہوتے ہیں۔ ان کی اختصار پسندی میں ایجاز کا رنگ غالب ہے۔ زاہدہ حنا کی مردانہ ذمہ داریوں کو خوبصورتی سے نبھانے کو یوں ایک ہی جملے میں بیان کرتے ہیں:۔

"زاہدہ حنا عورت کاہے کو ہیں اچھا خاصا مردوا ہیں۔"(۱۵)

انیس جیلانی کو بات کرنے اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کا ہنر آتا ہے۔ سردار مسعود احمد خان جھنڈیر کا کہنا ہے:۔"انیس جیلانی مختصر نویسی کے بادشاہ ہیں۔"(۱۶)

انیس جیلانی کی ایک اور منفرد انداز یہ ہے کہ وہ فقرات کو دو حصوں میں بیان کرتے ہیں۔ اولاً منفی پہلو بیان کرتے ہیں بعد میں اس کی تردید کر کے اصل بات واضح کرتے ہیں:۔"زیادہ نہیں کم کھاتے ہیں لیکن ٹوٹتے نہ پروں کی طرح ہیں۔"(۱۷)."میرا منشاء آپ کا دل دکھانا نہیں دل بہلانا تھا۔"(۱۸)

انیس جیلانی کی تحریروں میں کہیں جذبے کی گرفت کمزور نظر آتی ہے اور کہیں منطق، استدلال اور عقلی تجزیئے کا انداز نمایاں ہونے لگتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں انیس جیلانی مولانا غلام رسول مہر، سرسید اور

مولانا حالی کے شانہ بشانہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ ان کی اس حیثیت کو نمایاں کرنے کے لیے یوں تو ”آدمی غنیمت ہے“ سے بہتر کوئی اور کتاب نہیں لیکن ”سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان“ میں رئیس احمد جعفری اور رئیس امروہوی سے قلبی وابستگی رکھنے کے باوجود انیس جیلانی نے ان کی کمزوریوں کا بیان بھی کیا ہے اور خالصتاً استدلالی انداز سے پیش کرنے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلوب کی مذکورہ خصوصیات کے علاوہ انیس جیلانی کی طرز تحریر میں ایسی خوبیاں ہیں جو صرف انیس جیلانی کا خاصا ہے۔ انیس جیلانی کی یہ انفرادیت ہے کہ وہ ہر بات کو خاص انداز سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے انداز دیکھئے:۔

> ”جب ابا نے رخت سفر باندھا تو میں رویا دھویا تو بہت لیکن شنوائی نہ ہوئی یہ زخم یوں اور گہرا ہوا کہ مجھ سے ذرا بڑے میرے چچازاد بھائی ولی محمد شاہ کی عمر جوبلی اور دلی کی سیر دیکھنے کے قابل سمجھی گئی، ہم دل مسوس کر رہ گئے۔ ابا نے ایک چرکا اور لگایا دلی لکھا افسوس انیس کو ساتھ نہ لا سکے۔“(۱۹)

مرقع نگاری انیس جیلانی کی تحریر کی ایک اور خوبی ہے۔ وہ چیزوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے وہ خود ان کو دیکھتے ہیں اور پھر وہ اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قاری ان چیزوں کو چلتا پھرتا دیکھتا ہے۔ قاری کے سامنے تصویر کھینچ کے رکھ دیتے ہیں۔ جس چیز کی مرقع کشی کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کو زندہ و جاوید بنا دیتے ہیں۔ قاری با آسانی اس شخصیت کو پہچان جاتا ہے چاہے وہ عبدالسلام نیازی یا صادقین کے بارے میں تفصیلات بیان کر رہے ہوں یا کسی ریلوے اسٹیشن کا منظر پیش کر رہے ہوں۔ وہ مولانا آزاد کی کسی مرقع نگاری کرتے نظر آتے ہیں اور مطلوبہ شخص یا منظر کی تصویر ہو بہو قاری کی آنکھوں کے سامنے کھنچی چلی جاتی ہے۔ یہ وصف انیس جیلانی کا خاصا ہے۔

انیس جیلانی نذیر احمد، سرسید احمد خان، مولانا حالی، شبلی اور آزاد کی طرح ادب برائے زندگی کے قائل نظر آتے ہیں اور ان ادیبوں اور شاعروں کی طرح ادب سے زیادہ داعی کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ بھی اکثر اوقات قارئین کی ذہانت پر اعتماد کرنے کی بجائے سرسید کی طرح اپنی تحریروں میں دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کرنے لگے ہیں۔ ایک مصلح کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔

انیس جیلانی کی مرقع نگاری کی وجہ جزئیات نگاری سے کام لینا ہے۔ وہ ایک مصور کی طرح خوب صورت رنگوں کو برش کے ذریعے مصوری کا ایک اعلیٰ نمونہ تخلیق کر دیا ہے۔ ان کی مرقع نگاری کی مثال دیکھئے:۔

> ”جامع مسجد میرے سامنے تھی، بلند و بالا مینار، اونچی کرسی، سرخ پتھر، پہلو میں اُردو بازار، غلاظت، گندگی اور بدبو کا مرکز، مچھلی مرغیوں، چوزوں، گوشت، چھابڑی والوں کی ریل پیل،

ایسا گندہ بازار بہت کم دیکھنے کو ملے گا۔ کالی بد شکل سائیکل رکشائوں کا، ہجوم اور جم غفیر بسوں کا راستہ بھی وہیں سے نکلتا ہے۔"(۲۰)

انیس جیلانی اپنی تحریر میں شاہد احمد دہلوی کی طرح پورے مضمون میں کہیں ایک دو جگہ کوئی ایسا لفظ استعمال کر جاتے ہیں کہ پھر وہ لفظ اپنے ارد گرد کی ساری تحریر کو گردش میں لے آتا ہے اور سارے مضمون میں طرزِ احساس کی چھاپ کی کلیہ بن جاتا ہے اور وہ فضا پورے مضمون میں از خود پیدا ہو جاتی ہے جو شعوری یا مصنوعی عبارت آرائی یا اسلوب سے چھوٹی اور مضحکہ خیز نظر آنے لگتی ہے۔ مثلاً خط کشید الفاظ کو دیکھتے ہیں کہ "دیکھا آپ نے وہ جو انتہائی بد دماغ اور سخت گیر اور اکل کو مشہور تھا۔"(۲۱). اسی طرح "میں نے لکھا تھا اس میں کیا خلجان ہے۔"(۲۲)

انیس جیلانی کے اسلوب کی ایک اور خوبی ان کا روز مرہ استعمال کے الفاظ کو فنی چابکدستی سے استعمال کرنا ہے اور اس خوب صورتی کے لیے وہ اپنا مطلب یا معنی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ الفاظ و جملے ان کے قلم سے بے ساختہ نکل جاتے ہیں لیکن قاری ان کے سحر میں دیر تک کھویا رہتا ہے۔ ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد یہ با آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا خالق جہان دیدہ شخص اور اعلیٰ پائے کا ادیب ہی ہو سکتا ہے۔ خط کشید قابل توجہ ہیں:۔ "نیاز نے جس دھڑلے اور ٹھسے سے اپنے مذہبی، سیاسی و ادبی افکار کو الم نشرح کیا اس کی پیغمبرانہ شان سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔"(۲۳)۔ اور "یعنی اگر رہنا ہے میاں تو اپنی کھال میں رہو اپنے ہوشوں میں جیو۔"(۲۴)

انیس جیلانی سرائیکی نژاد تھے مگر شعوری طور پر اردو کی محبت، اہل زبان کی رفاقت اور رئیس احمد جعفری کی سرپرستی نے انہیں اردو زبان کی باریکیوں تک سے روشناس کرا دیا، کسی زبان کا محاورہ اور روز مرہ اہل زبان سے ربط ضبط ہی کے ذریعے سیکھا جا سکتا ہے۔ خوش بختی سے انیس جیلانی کو بچپن سے ہی ایسا ماحول ملا اور وہ ان لوگوں میں رہے کہ جن کا تعلق اردو سے تھا جو اہل زبان تھے اور تو اور ان کا اوڑھنا بچھونا اردو ہی رہا۔ اس وضاحت نے انہیں روز مرہ پر مکمل دسترس کے قابل بنا دیا۔ اسی وجہ سے وہ اہل زبان کے ہم پلہ جا کھڑے ہوئے۔ انیس جیلانی روز مرہ اور محاورے کی خلاف ورزی ہر گز نہیں کرتے اور اُردو شعراء و ادباء سے بھی وہ یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس پر سختی سے عمل درآمد کریں۔ اگر کسی ادیب یا شاعر کے ہاں ایسا نہیں تو وہ انہیں فوراً آگاہ کرتے ہیں۔ پھر چاہے وہ رئیس امروہوی اور رئیس احمد جعفری ہوں یا پھر بابائے اردو، وہ معترض ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ڈائجسٹ "شمع" کے معمول کے حل میں مولوی عبدالحق نے "باعصمت شوہر" کی ترکیب استعمال کی۔ مولانا غلام رسول مہر کی نظر میں یہ ترکیب بالکل درست ہے:۔ "باعصمت شوہر، محاورہ ہو یا نہ لیکن لغوی اعتبار سے میرے نزدیک درست ہے۔ کیا شریعت کی اصلاح "عصمت انبیائ" معلوم نہیں؟"(۲۵)

مگر انیس جیلانی کے ہاں یہ درست نہیں:۔

"عربی میں تو عصمت انبیاء وغیرہ مسلم لیکن اردو میں ترکیب چلی ہوئی نہیں ہے یہاں تو لڑکیوں کے لیے عصمت عام طور پر لکھا جاتا ہے۔"(۲۶)

اور اسی طرح:۔"مزاج کی شگفتگی سونے میں سہاگہ۔"(۲۷) حالانکہ سونے پہ سہاگہ استعمال کیا جاتا ہے۔

انیس جیلانی کے ہاں ٹکسالی اور ٹھیٹھ اردو الفاظ استعمال بر ملا ملتا ہے۔ ان الفاظ کے استعمال سے انہیں جامعیت ملتی ہے۔ ان الفاظ میں اکل کھر، خلجان، براجمان، للک، کھکھیڑ وغیرہ شامل ہیں۔ انیس جیلانی کے ہاں ایسے بے شمار الفاظ چھلکتے دکھائی دیتے ہیں۔ روزمرہ اور محاورے کی چند مثالیں دیکھئے جو تحریر کو دلکش بنانے میں اپنا کردار بخوبی نبھارہے ہیں۔ حیرت شملوی کے سوٹ پہننے کے لیے سوٹ فرمانے کا محاورہ استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔"ایامِ شباب میں سوٹ فرماتے تھے۔"(۲۸)

رئیس احمد جعفری کی بوسیدہ اور جابجا ادھڑی شیروانیوں کا حال اپنے مخصوص انداز میں یوں بیاں کرتے ہیں:۔"ٹھنڈی شیروانیوں کے جگہ جگہ سے دانت نکلے ہوئے۔"(۲۹)

خادم حسین کوری کس طرح جاگیرداروں اور اہلِ علاقہ کو کھٹکتے تھے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لیے آنکھ کا بال کی بجائے آنکھ کا شہتیر کہنا کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے۔ خوبصورتی کے ساتھ ساتھ مفہوم کو بہترین طریق پر ادا کرنے کا ہنر انیس جیلانی کے ہاں تلاش کیا جاسکتا ہے۔"شرمائے محمد آباد کی آنکھ کا شہتیر وہ اٹھارہ سال کی عمر ہی میں بن گیا تھا۔"(۳۰) کبھی کبھار وہ الفاظ کو ذرا نرالے انداز میں پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں:۔"رئیس صاحب کو تو کہیں جانا آنا تھا نہیں۔"(۳۱)

انیس جیلانی کے ہاں تمام اسلوبیاتی محاسن نے ان کی تحریر کو فصاحت اور جامعیت عطا کی ہے۔ محاورے، روزمرہ، ٹکسالی زبان کے خاص تناسب نے ان کے مزاج کی سنجیدگی کے ساتھ مل کر ایک نئے لہجے کو پیدا کیا جو قابلِ تقلید ہے۔ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:۔

"میں نے آپ کے مضمون کے متعلق لکھا تھا کہ وہ خوب ہے سو یہ بات میں پھر کہوں گا کیونکہ جس حد تک زبان و بیان ادب و انشاء کا تعلق ہے۔ وہ یقیناً نہ صرف خوب بلکہ بہت خوب ہے۔"(۳۲)

انیس جیلانی نے محاورات کی فہرست بنا رکھی ہے جس میں سے چن چن کر تحریر میں ان کو استعمال کرتے ہیں، کوئی محاورہ اگر ایسے ہی آ گیا تو اگر تو وہ صورت حال کی بہتر عکاسی کرتا ہے تو اسے تحریر کر دیا۔

"ہوش کے ناخن بھی نہ لیے ہوں گے کہ نیاز نیاز کی پکار کانوں میں پڑی۔"(۳۳)

مزید"کراچی کی زندگی میں پیٹ پالنا جان جوکھوں کا کام ہے۔"(۳۴)

مزید"حضرت نے بار بار گویا مجھے کانٹوں میں گھسیٹا۔"(۳۵)

مقامی زبان کے الفاظ کا استعمال تحریر میں جان ڈال دینا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو بولنے اور سمجھنے والوں میں روزبروز کمی واقع ہوتی رہتی ہے اور وہ ایک وقت میں جا کر ختم ہی ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے شاید مقامی زبانوں کے الفاظ کم ہی سہی نظر و ضرور آتے ہیں۔ وہ طرزِ تحریر کی اب ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ ”آج میں نے جعفری صاحب کا خط گندی (گلیم) پر بیٹھ کر نقل کیا۔“(۳۶)

مسجد کے لیے لفظ مسیت:۔ ”مسیت ہی میں ٹاٹ کی صفوں میں لیٹ کر سو جاتے۔“(۳۷)

اس طرح قلفے کے ساگ کے لیے سرائیکی نام:۔ ”گھر آکر پہلا کھانا جو مجھے نصیب ہوا وہ لونٹرک کا ساگ تھا۔“(۳۸)

انیس جیلانی انگریزی الفاظ کے استعمال سے نالاں تو نہیں مگر جب انگریزی الفاظ کی بجائے اردو میں اس لفظ کا نعم البدل موجود ہے۔ اس کو چھوڑ کر انگریز الفاظ کا استعمال ان کے ہاں نا قابل قبول ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

> ”اصل میں پاکستانیوں نے اردو پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے جو انگریزی لفظ ملتا ہے اسے ٹانک لیتے ہیں حالانکہ بیسیوں لفظ اپنے خزانے میں پڑے سڑ رہے ہیں۔“(۳۹)

انیس جیلانی کی تحریر میں انگریزی سے مرعوبیت کا شائبہ نظر نہیں آتا۔ پاکستانیوں کے اس رویہ سے نالاں ہیں اور اُردو سے محبت کا ثبوت دیتے رہے۔ وہ لفٹ کے لیے اڑن کھٹولا، ڈبل روٹی کے لیے دوہری روٹی، بلڈ پریشر کے لیے خون کا دباؤ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح لائوڈ سپیکر جیسے رائج الفاظ کے لیے آلہ مکبر الصوت ملاحظہ ہو:۔

> ”بارے پچیس تیس منٹ سے بات آگے نہ بڑھی اور بجائے آلہ مکبر الصوت کی دوسری منزل کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اسی پر دان کے کپتان صاحب نے فرمایا۔ چلئے حضرات تشریف لے چلئے۔“(۴۰)

ریفریجریٹر کے لیے یخ بستہ الماری کا لفظ وضع کرتے ہیں اور ایئر کنڈیشن گاڑی کے لیے ہوا بند ٹھنڈی سواری:۔ ”ایئر کنڈیشن یعنی ہوا بند ٹھنڈی سواری میں گھر کو روانگی ہوئی۔“(۴۱)

انیس جیلانی کا ایک انداز یہ بھی رہا ہے کہ براہِ راست اُردو نعم البدل دینے کے علاوہ کہیں کہیں ان کا طریقہ یہ بھی رہا کہ انگریزی لفظ کے ساتھ اُردو نعم البدل دے دیا کرتے ہیں۔ ”پانچسو حاضرین کے لیے ساعت گاہ (آڈی ٹوریم) از بس ضروری ہے۔“(۴۲)

انیس جیلانی مختلف زبانوں کے الفاظ اور ضرب الامثال کے ذریعے اپنی تحریروں کی دلکشی میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ ان کی شخصیت پر اہل زبان کی وجہ سے ہے۔ یہ الفاظ اور ضرب الامثال بہت خوبصورت لگتے ہیں:۔ ”کنور صاحب گرم، سرد، چشیدہ و گزیدہ۔“(۴۳) ”اس کی مثال شاذ ہی کہیں ملے۔“(۴۴) ”میں نے توکلت علی اللہ تعالیٰ دل عشق کے دریا میں ڈال ہی تو دیا۔“(۴۵)

چند ضرب الامثال:۔ ”یہ اس مرحوم کی صحبت اور شفقت تھی ورنہ (سفقت) فن آنم کہ من دانم۔“(۴۶)
اسی طرح ”ہندوستان کے پیٹ کا ایندھن بننے کے لیے بہت بیقرار ہے سندھی، مگر ایں خیال است و محال است و جنوں۔“(۴۷)
انیس اپنی تحریر میں ثقیل الفاظ استعمال نہیں کرتے۔ وہ بھاری بھر کم تراکیب سے دامن بچاتے ہوئے ایسے الفاظ اور مرکب الامثال سے اپنی تحریروں کو خوش نما بناتے ہیں۔

ان کی تحریروں میں ظرافت اور شگفتگی مزاج ان کی تحریروں کے پردوں سے عیاں ہو جاتی ہے۔ اپنی زندگی میں خوش اور مطمئن تھے اس لیے ان کی تحریروں میں ان کی شخصیت کا عکس نظر آتا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں شگفتگی پیدا کرتے ہیں اور اس کے لیے فقرہ بازی اور گھٹیا لطائف سے کام نہیں لیتے۔ وہ مسکراتے ہوئے بات کہہ جاتے ہیں اور مخاطب کے دل میں گھر کر جاتے ہیں۔ وہ رئیس احمد جعفری کی عادتوں کا ذکر کر رہے ہوں یا قاضی احسان اور شاہد احمد دہلوی کا خاکہ تحریر کر رہے ہوں۔ ان کے طرزِ تحریر کی شگفتگی ہر جگہ قائم رہتی ہے۔ مثلاً:۔ ”جوانی کی تصویروں سے بھی اندازہ یہی ہوتا ہے کہ پہلوان نہ رہے ہوں گے۔“(۴۸) ”ایک بار خوش ہو کر لکھا گیا جو تار سید کیا ہے۔“(۴۹) ”صبح دیر سے آنکھ کھلتی تو ملاجی کی دوستی سے صف بھی کھل جاتی اور آنکھیں بھی۔“(۵۰)

انیس جیلانی کے اسلوب کی ایک اور خوبی اختصار ہے۔ ان کا اختصار ان کی تحریر میں ابہام پیدا نہیں کرتا۔ وہ جانتے ہیں کہ کون سی بات کتنے الفاظ میں کہنی ہے۔ کفایت لفظی ان کے اسلوب کی اہم پہچان ہے۔ انتہائی کم الفاظ میں اپنا مافی الضمیر بیان کر دیتے ہیں۔ حیرت شملوی کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
”بچے اگر زنجیر نہ بن گئے ہوتے تو ممکن تھا علیحدگی اختیار کر لیتے۔“(۵۱)

انیس جیلانی کے اسلوب کا ایک اور وصف ایجاز و اختصار بھی ہے۔ وہ ایک یا دو فقروں میں معنی کا جہان پیدا کرتے ہیں۔ ان تمام خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے نسیم بلوچ لکھتے ہیں:۔ ”انیس جیلانی اردو اور سرائیکی کے صاحبِ طرز ادیب ہیں۔“(۵۲)

انیس جیلانی کے اسلوب کی ایک اور خوبی اس کی سادگی ہے۔ بڑے بڑے جملے استعمال تو کیے مگر وہ اپنی تحریر میں چھوٹے چھوٹے جملے بے تکلفی سے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ وہ جملہ لکھنے سے پہلے سوچتے ہیں۔ انیس جیلانی کی تحریر میں سادگی تو ملتی ہے مگر سلاست کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ میر امن کی ”باغ و بہار“ کی طرح ان تحریر میں بھی دلکشی رنگینی اور پرکاری کا عنصر کہیں بھی دھندلا نہیں ہوتا۔ ان کی نثر نہ صرف شگفتہ ہے بلکہ واقعات کے موتیوں کو بھی پروتی چلی جاتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب ان کی تحریروں میں برمحل روزمرہ محاوروں، خوبصورت الفاظ اور تشبیہات و استعارات کا استعمال ہے جو ان کی نثر میں خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔

انیس جیلانی کے صاحب طرز ادب ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے ظفر اقبال لکھتے ہیں:۔

> ”تحقیق و تنقید میں صاحب طرزِ ادیب سید انیس شاہ جیلانی کے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔۔۔۔ جن کا ایک الگ اور اپنا ہی ذائقہ ہے۔ ان جیسی بے تکلف اردو بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔“(۵۳)

انیس جیلانی کی نثر حسن بیان، زورِ بیان اور بے ساختگی جیسی خصوصیات کی حامل ہے۔ ان کے اسلوب پر ان کی شخصیت کی چھاپ گہری ہے۔ ان کی تحریریں نا صرف موضوع کے اعتبار سے بلکہ اسلوب کے حوالے سے بھی منفرد ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر عبد العزیز ساحر لکھتے ہیں:۔

> ”شاہ صاحب کے جملے ادھر ادھر مکس کر دیئے جائیں تو بھی انہیں پڑھنے والا ان کے جملوں کو با آسانی چن لے گا کہ یہ جملے شاہ صاحب کے قلم سے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تھوڑا لکھا ہے مگر اپنا لکھا ہے یعنی وہ خود اپنی تحریروں میں موجود ہیں۔ ان کا ایک ایک جملہ یہ بتاتا ہے کہ مجھے انیس شاہ جیلانی نے لکھا ہے اور یہی ان کے صاحب طرز ہونے کی دلیل ہے۔“(۵۴)

انیس جیلانی کی نثر اسلوب کی تمام خوبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ان کی کتب کی پذیرائی ان کے منفرد، دلکش اور شگفتہ اسلوب کی بدولت ہے۔ ادیب کو اس کی تحریریں زندہ رکھتی ہیں اور تحریر ایسی بھی ہوتی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ مٹ جاتیں ہیں۔ انیس جیلانی کا فن زندہ اور جاوید ہے جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے صدیوں پرانی تہذیب رکھنے والی زبان میں لکھا۔ بلکہ یوں کہیں کہ اس تہذیب کے تناظر میں صدیاں سمٹ آئی ہیں۔ انیس جیلانی کا فن اس کی زبان ہے اور اس کی زبان پوری ایک تہذیب ہے جس کے آئینے میں پورا برصغیر دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ انیس جیلانی بلاشبہ ایک منفرد فنکار ہے جس کی زیادہ تر خوبیاں ان کے فنِ اسلوب میں جھلکتی نظر آتیں ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ انیس شاہ جیلانی، سید، آدمی غنیمت ہے، (صادق آباد: مبارک اردو لائبریری، ۱۹۹۴ء)، ص ۱۰۷
2۔ ایضاً، ص ۱۲۹
3۔ ایضاً، ص ۱۹۲
4۔ ایضاً، ص ۱۹۲
5۔ ایضاً، ص ۹۸
6۔ ایضاً، ص ۵۷
7۔ ایضاً، ص ۱۴۹، ۱۵۰
8۔ ایضاً، ص ۱۶۵
9۔ صادق الاخبار، ص ۲۷
10۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۲۸۳
11۔ مسعود احمد جھنڈیر، سردار، استفسار از راقم، ۲۴ مئی ۲۰۲۱ء
12۔ طاہر محمود کوریجہ، استفسار از راقم، ۲۵ مئی ۲۰۲۱ء
13۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۲۶
14۔ انیس شاہ جیلانی، سید، سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، (محمد آباد: مبارک اردو لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص
15۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۳۹۶
16۔ مسعود احمد خان جھنڈیر، سردار، استفسار از راقم، ۲۴ مئی ۲۰۲۱ء
17۔ سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، ص ۲۶۷
18۔ ایضاً، ص ۲۵۰
19۔ ایضاً، ص ۲۷
20۔ ایضاً، ص ۱۸
21۔ ایضاً، ص ۲۸۹
22۔ ایضاً، ص ۱۹۲
23۔ ایضاً، ص ۱۶۷
24۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۶۳
25۔ غلام رسول مہر، خطوط مولانا غلام رسول مہر، مرتبہ: انیس شاہ جیلانی، سید، (لاہور: اطہر، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۰۷
26۔ انیس شاہ جیلانی، سید، ایضاً

27۔ سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، ص ۱۴
28۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۲۶
۲۹۔ ایضاً، ص ۱۴۹
30۔ ایضاً، ص ۸
31۔ سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، ص ۷۲
32۔ نیاز فتح پوری
33۔ خطوط از غلام رسول مہر، ص ۱۰۵
34۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۳۵
35۔ ایضاً، ص ۸۰
36۔ انیس شاہ جیلانی، سید، مرقع عبرت نگاہ، غیر مطبوعہ، ص ۲۳۲
37۔ آدمی غنیمت ہے، ص ۵۲
38۔ مرقع عبرت نگاہ، ص ۳۰۰
39۔ انیس شاہ جیلانی، سید، روزنامچہ ۱۹۸۶ء، نمبر ۹، غیر مطبوعہ، ص ۱۳۱
40۔ سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، ص ۴۴
41۔ انیس شاہ جیلانی، سید، روزنامچہ ۱۹۸۵ء، نمبر ۱۰ غیر مطبوعہ، ص ۷۵
42۔ انیس شاہ جیلانی، سید، خط بنام سردار مسعود احمد خان جھنڈیر، ۲۴ اپریل ۱۹۹۳ء
43۔ سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان، ص ۱۶۵
44۔ ایضاً، ص ۶۵
45۔ ایضاً، ص ۱۷۵
46۔ ایضاً، ص ۲۷
47۔ ایضاً، ص ۱۶۵
48۔ ایضاً، ص ۳۲
49۔ ایضاً، ص ۳۲
50۔ ایضاً، ص ۵۲
51۔ ایضاً، ص ۳۳
52۔ جملہ باگ سحر از نسیم بلوچ، خان پور ٹی کالج، ۱۹۹۶ء، ص ندارد
53۔ ظفر اقبال، سید انیس شاہ جیلانی کے خطوط، (اسلام آباد: ادارہ معارف نظامیہ، ۲۰۱۵ء)، فلیپ
54۔ عبد العزیز ساحر، پروفیسر ڈاکٹر، استفسار از راقم، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،) نومبر ۲۰۲۱ء